پروفیسر تاثیر وجدان

قلزم کا خرام

(ہدیۂ عجز و نیاز بحضور امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروقؓ)

اے تُو ربِّ لم یزل کی قدرتوں کی ایک آیت
قدرتوں کا اک نشانِ تابناک ولازوال
زندگی کی اس پرانی رزمگاہِ خیر و شر میں
تیری ہستی فاتحانہ کبریائی کی مثال
تیری ہستی دہر کی تاریخ کا جاہ وجلال
اے عرب کی تندیٔ صرصر کے پروردہ نخیل!
اے جواں مردِ بلاکش سخت جان وسخت کوش
تیری تیغِ برق آسا کی بلاخیزی کے ڈر سے
ریزہ ریزہ روم وایراں کے شہنشاہوں کے خواب
ریزہ ریزہ قیصر وکسریٰ کے کاخ وکُو تمام
تیرے ہاتھوں سارے معبد کفر کے پیوندِ خاک
تیرے دم سے بتکدوں کے بکھرے ملبے کو ہٹا کر
رفعتوں کی سمت اُٹھا کوہساروں کی طرح
نجد کے صحرا نشینوں کا براہیمی تمدّن
جس کا پرہیبت تموّج، جس کا پُرشوکت تلاطم
سلسلہ در سلسلہ تھا تا کنارِ آسماں
زندگی کے قلزم موّاج کا جیسے خرام
سطوتِ قومِ عرب! تیری صداقت کو سلام

فاروق قیصر

سفرِ ناتمام

عوام کی امیدیں ہیں، تھکی تھکی سواریاں
اور رشوتوں کی دوڑ میں ہیں، لمبی لمبی گاڑیاں
نمائشیں الگ تھلگ، آرائشیں جدا جدا
رہتے ہیں ایک ملک میں آسائشیں جدا جدا
غریب کا تو تن بدن جو موسموں کی زد میں ہے
گرادیا وہ جھونپڑا، امیر کی جو حد میں ہے
خزاں زدہ معاشرہ، اور غربتوں کی زردیاں
یہ اچکنیں، یہ وردیاں، یہ مطلبی ہمدردیاں
یہ دہشتیں، یہ وحشتیں، یہ سازشی سیاستیں
لٹے لٹے سے قافلے، بے رہنما مسافتیں
یہ سب سہانے جھوٹ ہیں، یہ سب پرانے روٹ ہیں
اندر ولایتی بوٹ ہیں باہر عوامی سوٹ ہیں
امنگ سے بھرے تھے جو، اب رنگ سے بھرے ہوئے
مکیں اپنے گھر میں ہی، سہمے ہوئے، ڈرے ہوئے
قانون ہے بے زور پہ، پُر زور پہ لاگو نہیں
غریب تو پابند ہے، امیر پہ لاگو نہیں
یہ کونسا نظام ہے؟ یہ کیسا انتقام ہے؟
کیا اس کی کوئی حد بھی ہے؟ یا سفر ناتمام ہے؟